

جادو طومار۔

مہری۔ تو کچھ کھلا دیا ہو گا۔

حکیم صاحب۔ انھوں نے کھایا کیا میرے ہاتھ سے۔

مہری۔ ابھی اسی دن۔ جب تم نے مونکے میں سے الائچیاں دی ہیں۔ ورق لگی ہوئی بیگم نے ایک الائچی میرے سامنے توڑ کے کھائی عطر تھکا رادیا ہوا ملا۔ ہم سے کیا کہتے ہو۔ الائچیاں۔ عطر۔ ہار۔ پھول۔ سب چیزیں پڑھی ہوئی تھیں۔ جب تو دیوانی ہو گئیں۔

حکیم صاحب۔ مہری بھی خوب پہچانا۔ الائچیاں تو بیشک پڑھی ہوئی تھیں۔

مہری۔ میں تو خود ہی کہتی ہوں۔ تم ایک بس کی گانٹھ ہو۔ ہے ہے ارے ان مردوں کو بھی کیا کیا فریب آتے ہیں۔ نہ بھی میں کچھ سے کسی کے ہاتھ کی کوئی چیز نہ کھاؤں گی۔ بی مہری سننا سے اتنی ہوئی تھیں۔ مگر اب تک یہ گمان تھا کہ ایسا نہ ہو گا کچھ پڑھ کے کھلا دے۔ عورت کی فطرت میں فریب ہے یہ ہر وقت اور ہر حالت میں یہی چاہتی ہیں کہ کوئی ہم پر زبردستی ہو۔ عورت مار کھاتی ہے تو اسی داؤں پر کہ کوئی اُس پر مرنے لگے۔ یہ ہوس لب گور تک ساتھ جاتی ہے کوئی ہم پر عاشق ہو۔ ہم اُس کو آزار پہونچائیں جب عورت یہ چاہتی ہے کہ ہمیں کوئی چاہے۔ کیا کیا خوشامد کرتی ہے۔

کس خوشامد سے وہ دل پیتے ہیں دیکھے کوئی

حسن کے حفظ مراتب کا بھی کچھ پاس نہیں

عورت کی حالت کو تجربہ کار لوگ سمجھ کے کیا کیا مزے اُڑاتے ہیں۔ عورت پر یہ ثابت کھدینا خواہ ازراہ فریب ہی کیوں نہ ہو کہ ہم تم پر عاشق ہیں۔ عجیب چلتا ہوا فقرہ ہے۔ ایک مرتبہ عاشقی ثابت کر کے عطر بھر کے لئے مستحق بن جانا چاہئے تو ہمارے بتائی ہوئی ترکیب پر عمل کرے مگر اتنا یاد رہے کہ زناں بازاری پر یہ فقرہ بہت کم چلتا ہے اس لئے کہ وہ خود کھلاڑ ہوتی ہیں۔ اور یہی فقرہ اُن کا منجا ہوا تھا۔ پھر دوسرا فقرہ اُس پر کیا چلے۔

دس بجے حکیم صاحب گاڑی پر سوار ہو کے کچھری گئے اسٹامپ خریدنا۔ اقرار نامہ کی نقل اپنے لئے گئے تھے۔

اسے اسٹامپ پر صاف کرایا۔ اور مصدقہ رجسٹری کرادیا۔

کلثوم بیگم بارہ بجے سے واپس آئی حکیم صاحب ساتھ ہی ساتھ تھے۔ امین آباد میں ایک مکان پہنچا
ہی سے لے رکھا تھا۔ وہیں اتریں۔ بی مہری اور دو عورتیں اور ان کی رفاقت میں رہیں۔

دوسرے دن جھوٹا۔ نبی بخش کا کہنا ایک نہ چلا۔ نکاح کی تیاری ہوئی۔ حکیم صاحب بھاری جوڑا
ارغوان کوئی ڈیڑھ ہزار کی مالیت کا۔ اور ایک نکتہ بڑے بڑے موتیوں کی لائے۔

سرشام حکیم صاحب کے بعض مخصوص احباب جمع ہونے لگے۔ فوجیہ جناب تشریف لائے۔ وہ کلثوم بیگم صاحبہ
کی طرف سے وکیل ہوئے حکیم صاحب کے ایک دوست مولوی صاحب ان کی طرف سے وکیل ہوئے وقت
نکاح دو ہزار روپیہ اور اقرار نامہ مصدقہ رجسٹری کلثوم بیگم کو دیا گیا۔ صیغہ پڑھا گیا۔ مبارک سلا
ہونے لگی۔ جناب کوکشی دی گئی۔ احباب میں پان الاہلی۔ عطر وغیرہ تقسیم ہوا۔ اس کے بعد مختصر سی دعوت
ویمہ کی تھی۔ سب نے کھانا کھایا۔ اور اپنے اپنے گھر کو رخصت ہوئے چلے حکیم صاحب کا دوسرا گھر آباد
ہو گیا۔

جگر و دل ہدف ناک پیدا رہیں

دونوں پہلو میرے آباد رہیں شاعر ہیں

حب قاعدہ شرع شریف سات شبانہ روز حکیم صاحب یہیں رہے۔ اسی اثنا میں اپنے مکان کے قریب
ایک مکان کرائے پر لے کے کلثوم بیگم کو وہاں اٹھالے گئے۔ شدہ شدہ حکیم صاحب کی بیاہتا بیوی کو بھی
خبر ہوئی گئی کہ حکیم صاحب نے دوسرا نکاح کیا ہے بڑے مزے کی لڑائی ہوئی۔ تمام محلے میں دھوم مچ گئی
جن بھر روں کو چھپانا چاہتے تھے وہ سب ظاہر ہو گئے۔

چھوٹے نواب صاحب آج بہت ہی متردد ہیں۔ تھوہل میں صرف دو روپے اور ہیں۔ بیگم صاحبہ رشکنا
تشریف لے گئیں۔ تنخواہ بغیر ان کی مہراورد دستخط کے وصول نہیں ہو سکتی۔ بنک میں جو روپیہ چھوٹے نواب کا

جمع ہے اُس میں سے ایک جبرہ تا بونع قانونی مل نہیں سکتا۔ اخراجات بیگم صاحبہ دیتی تھیں۔ انھوں نے ہاتھ روک لیا۔ اور چلتے وقت ایک پیچہ چھوٹے نواب کو نہیں دیا۔ اخراجات معمولی کے لئے دیوان جی اور داروغہ سے کہتی گئیں کھانے پینے کی طرف سے تو اطمینان ہے مگر صرف نواب کی ذات خاص کے لئے ایک نفل خاص کا محل سے آجایا کرے گا۔ یہاں ساٹھ ستر آدمی۔ جان نیاز ملازمین۔ کے روبرو میں ہوں۔ یہ کیا کھائیں گے اور کیسے کھلائیں گے۔ مگر کھانے پینے کے سوا اور ضرورتیں جو لو جو ان امیرزادوں کو لاحق تھا کرتی ہیں مثلاً شراب۔ ناچ رنگ۔ فراکشات۔ انعام و اکرام تھہ تحائف۔ خرید و فروخت غیر ضروری یہ تمام مذاات فضول جو اکثر اوقات لا بُدی اور لاکھامی ہو جایا کرتے ہیں۔ اُس کے لئے روپیہ کہاں سے آئے۔ قرض مل نہیں سکتا۔ اس لئے کہ چھوٹے نواب ابھی نابالغ ہیں۔ ولیتر جائز یعنی بیگم صاحبہ تشریف نہیں لکھتیں اور اگر موجود بھی ہوتیں تو کیوں کہتیں۔ نواب صاحب ان افکار دلوں میں تھے کہ اتنے میں خلیفہ جی تشریف لائے۔ اور نواب صاحب کو متردد دیکھ کے وہ تردد کا استفسار ہوا۔

خلیفہ۔ کیوں یہ حضور آج متردد کیوں ہیں۔
نواب۔ جی کچھ نہیں۔

خلیفہ۔ نہیں کچھ کیا؟ معلوم ہوتا ہے اخراجات کے لئے کچھ فکر ہے۔ کیا بیگم صاحبہ کچھ نہیں دے گئیں۔
نواب۔ ایک جبرہ نہیں دے گئیں۔

خلیفہ۔ والٹر غضب کیا۔ آپ کی ضرورتوں کا بھی کچھ خیال نہ کیا۔ ظاہر کچھ آکر رہا ہو کے تشریف لے گئی ہیں۔

نواب۔ بہت دنوں سے آکر رہا ہیں۔ اس اشیا میں کئی مرتبہ میں سلام کو لگیا۔ منہ پھیر لیا جب میں نے دیکھا کہ وہ سلام نہیں لیتیں۔ میں نے بھی محل میں جانا موقوف کر دیا۔ اب گئیں تو مل کے بھی نہ گئیں خلیفہ۔ پھر اور کیا کیا جاتا۔ یہ دیوان جی اور داروغہ صاحب کی کادتا نیاں ہیں یہ لوگ تو ایسا چاہتے ہی ہیں کہ ماں بیٹوں میں عداوت ہو جائے تو کچھ اپنا مطلب نکلے۔ انھیں لوگوں نے بھڑکایا ہوگا۔
نواب۔ کسی نے بھڑکایا ہو۔ میں پرواہ نہیں کرتا۔

خلیفہ۔ حضور ہمیشہ سے مستغنی ہیں۔ مگر بگم صاحب کو یہ نہ چاہئے تھا۔ اچھا آپ تردد نہ کیجئے آخر میں کس لئے ہوں۔ کوئی نہ کوئی بند و بست ہو ہی جائے گا۔

نواب۔ بند و بست خدا جانے کب ہوگا۔ یہاں تھوہل میں صرف دو روپے اور باقی ہیں اس وقت کا خرچہ کیونکر چلے گا۔

خلیفہ۔ اس وقت کہئے کیا چاہئے۔

نواب۔ کم سے کم تیس پینس روپے کی ضرورت ہے۔ یہ سب لوگ کھائیں گے کیا۔ پھر جن لوگوں کو روڑی دیا جاتا ہے اُس کی کیا سبیل ہو۔

ہمارے نواب صاحب کی سرکار میں ملازموں کی تنخواہ روزانہ تقسیم ہوا کرتی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ رمزہ ملازمین میں وہ لوگ شامل تھے جن کے ساتھ ایک نہ ایک علت ضرور لگی ہوتی تھی کوئی چنڈا دیتا تھا۔ کسی کو مدد کے شوق تھا۔ شراب علی النعموم سب کے سب پیتے تھے۔ مگر اس کا خرچ نواب صاحب کی فیاضی کے ذمے تھا۔ بلکہ شرائط ملازمت میں سے تھا۔ کہ کوئی ملازم ضرور نماز پڑھنا ضرورت جس قدر شراب مانگے اس کو دی جائے۔ اور شرط ملازمت یہ تھی کہ ملازم ہر وقت مدد ہوش رہے تاکہ احیاناً کسی کو نواب کے سامنے انگڑائی یا جانی لینے کا اتفاق نہ ہو۔ جس سے نواب کا نشہ کرکرا ہو جائے۔ کیونکہ اُس سے سرکار کو خود ذوق تھا روزانہ

شراب کا خرچ شراب دیسی از قسم چھتہ۔ اور پچیس بوتلیں۔ فی بوتل نو آنہ۔ شراب برانڈی دلا سٹی گیارہ بوتلیں فی بوتل ساڑھے چار روپیہ۔ عند الضرورت دو تین بوتلیں شامپین کی بھی آجاتی تھیں۔

خلیفہ۔ روزینہ وغیرہ دیدیا جائے گا۔ اے لیجئے۔ میرے پاس یہ پچاس روپے کا نوٹ ہے۔ اس وقت خرچ کیا جائے پھر دیکھا جائے گا۔

ادھر خلیفہ نے جیب سے نوٹ نکالا۔ ادھر شیدی مقصود نے لپک کے ہاتھ سے نوٹ لیا اور بازار کو چلتا ہوا نوٹ بھٹنایا اور ایشیائے ضروری کی خرید میں مصروف ہو گیا۔ چھوٹے نواب کی سرکار کا فاقہ آج خلیفہ نے بڑھایا ورنہ غم نہ ہو گیا ہوتا۔

آج شام کو کرامت علی شاہ صاحب سے تفصیلی ملاقات ہوئی۔ بیگم صاحبہ مرشد آباد جانے اور جملہ حالات اور مقالات کی خبر بند ریڈر مولکوں کے شاہ صاحب کو پہلے ہی پہونچ چکی تھی۔

شاہ صاحب۔ یہ سب گھنہام جوگی کی کارستانی ہے۔ ماں سا دوست دشمن ہو جائے خیر۔ ع۔
دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است۔

آپ گھبرائیے نہیں۔ خرچ کا بند و بست ہو جائے گا۔ بزز قبا عاشق با وفا ہے اس کو آپ کا کُل حال معلوم ہے آپ کو خبر نہیں۔ اور وہاں طلسمی بکس میں روپیہ پہونچ گیا ہے۔ یہاں سے جا کے لے لیجئے گا۔ آپ کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے پائے گی۔ خاطر جمع رکھئے اور آپ کے واسطے شراب براہ راست قاف سے آیا کرے گی وہی پیا کیجئے اور جمعرات کو سوائے شراب قاف کے اور کوئی شراب نہ پیا کیجئے۔

نواب۔ بہتر واقعی والدہ صاحبہ کی بے رخی اس وقت میرے خلاف ہوئی۔ مجھ سے حکم ہوتا ہے کہ کل جائداد چھوٹے ماموں صاحب کی لڑکی یعنی اپنی منسوبہ کے مہر میں لکھ دو گے۔ اگرچہ میں نے صراحتاً انکار نہیں کیا۔ مگر پھر بھی میرا جی نہیں چاہتا کہ ایسا کیا جائے۔ آبائی جائداد عورت کے نام لکھ دینا کوئی عقل کی بات ہے۔ شاہ صاحب۔ واقعی آپ کی رائے صائب ہے۔ اگرچہ اس جائداد کی کوئی حقیقت نہیں خدا نے آپ کو دولت لازوال عنایت کی ہے۔ لیکن یہ امر علاوہ خلاف مصلحت ہونے کے بزز قبا کے بھی خلاف ہو گا۔ ایک بات نواب صاحب میں آپ سے صاف صاف کہہ دیتا ہوں۔ بزز قبا کو یہ ہرگز گوارہ نہ ہو گا کہ آپ کسی صورت سے نکلیجئے۔ نواب۔ مجھے خود کب گوارہ ہے۔ بزز قبا اس وقت میں میرے کام آئیں تو میں بھی ان کے ساتھ کسی قسم کی بد خلقی نہ کرونگا۔

خلیفہ۔ آپ کی ذات سے ہرگز اس کی اُمید نہیں ہے۔

شاہ صاحب۔ ہاں یہ تو اطمینان ہے مگر افسوس ہے بیگم صاحبہ پر مخالفوں نے اپنا پورا قبضہ کر لیا اچھا مرشد آباد سے آنے دیجئے۔ اس کی بھی فکر کی جائے گی۔

نواب۔ میں نے تو تمام امور آپ کے سپرد کر دیئے ہیں۔ جیسا مناسب ہو وہ کیجئے۔

شاہ صاحب۔ حسینا اللہ تو کلنا علی اللہ دہو نعم الوکیل نعم المولٰی و نعم النصیر۔

خلیفہ۔ بیگم صاحب ایک طرف۔ داروغہ صاحب اور دیوان جی یہ قدیم ملازم سب آپ کے برخلاف ہو گئے ہیں۔ اندر سے باہر تک آپ کا دوست نظر نہیں آتا۔

شاہ صاحب۔ بھائی یہ سب اسی مردود جوگی کا بس بویا ہوا ہے۔ اچھا ذرا ایک کام تو کرنا بیگم صاحبہ جہاں سوتی ہیں۔ ہنگ کے سر ہائے بھیم کی طرف جہاں سے اُس سے پونے دو ہالٹ ٹاپ کے ایک ہالٹ بھرنے میں کھو دیئے گا۔ وہاں سے جو کچھ نکلے گا میرے پاس لے آئے۔ پھر جیسا میں گہوں گا وہ کیجئے گا۔

نواب۔ بہت خوب۔

شاہ صاحب۔ خوب یاد آیا۔ آپ کے محل میں کوئی عورت ہے چچکا رو۔ ذرا لمبی سی سانولی سی کوئی چالیس کے قریب سن ہوگا۔ اُس کے داہنے گال پر ایک بڑا سانسہ ہے۔

نواب۔ اور تو کوئی نہیں۔ یہ حلیہ تو میرا تھا ہے۔

شاہ صاحب۔ اہ ہا۔ وہ آپ کی انا ہے۔ جب ہی میں دیکھتا تھا کہ آپ کے اُس کے درمیان میں ایک دودھ کا دریا حاکل ہے۔ مگر وہ تو بچپن سے خاص نظر کردہ گھنساں جوگی کی ہے۔ خدا کی قدرت دیکھئے کہ دشمن کے آغوش میں دوست کو ہر ورش کرتا ہے۔ جل جلالہ جل شانہ۔

نواب۔ وہ تو مجھ کو بہت چاہتی تھی۔

شاہ صاحب۔ چاہتی تھی۔ اور چاہتی ہے مگر جب وہ بیچاری اپنے بس میں کبھی ہو۔ اب خدا کے واسطے اُس سے ہوشیار رہئے گا۔ اُس کے ہاتھ کی کوئی چیز نہ کھائیے گا۔ بلکہ میری رائے تو یہ ہے کہ اب آپ کوئی چیز کسی کے ہاتھ کی نہ کھائیے گا۔ خصوصاً جو چیزیں محل سے آئیں۔

نواب۔ انشاء اللہ احتیاط کی جائے گی۔

شاہ صاحب۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب چند ہی روز تک آپ لکھنؤ میں اور ہمیں آپ کو سال دو سال کے لئے باہر چلنا ہوگا۔ آپ فقیر کے شاگرد ہوئے ہیں۔ کچھ دنوں فقیر کے ساتھ بھی پھرے تاکہ دنیا کے نشیب و فراز سے آپ کو اطلاع ہو جائے۔

نواب۔ بہت مناسب۔ جب ارشاد ہو۔

شاہ صاحب۔ انشاء اللہ۔ جب اُس کا وقت آئے گا آپ سے کہا جائے گا۔
 نواب۔ مگر اتنا تو پہلے سے کہہ دیجئے کہ سفر کے لئے کس قسم کی تیاریاں کی جائیں۔
 شاہ صاحب۔ سفر کی تیاریاں دنیا دار لوگ کرتے ہیں۔ درویشوں کو اس کی ضرورت نہیں۔ آپ قدرت
 خدا کا تاثر دیکھئے۔ خدا چاہے تو جنگلی میں منگلی ہو جائے گا۔ فقط میرے ہمراہ ہو لیجئے گا۔
 خلیفہ۔ مگر اتنی عرض ضروری ہے کہ تجھ کو بھی اس سفر میں ہمراہ لے چلئے گا۔
 شاہ صاحب۔ واہ کہیں ایسا ہو سکتا ہے۔ آپ کو ضرور لے چلیں گے۔ بلکہ پندرہ بیس آدمی اور
 کبھی ساتھ ہوں گے۔ مگر وہی جن کو میں کہہ دوں گا۔
 نواب۔ بے آپ کی مرضی کے کوئی نہیں جاسکتا۔ مگر خلیفہ جی کے لئے تو میں خود آپ سے عرض کرتا
 شاہ صاحب۔ کچھ آپ کے کہنے کی ضرورت نہیں یہ تو ضرور ہی جائیں گے۔ اچھا یہ معاملہ طے ہو چکا۔
 ایک امر اور قابل غور ہے وہ یہ کہ اگرچہ بزرگوار اخراجات کی کفیل ہوئی ہیں۔ لیکن یہ ہمیں اچھا نہیں
 معلوم ہوتا۔ یوں بزرگوار آپ کو لاکھوں دیدیں لگے اخراجات روزمرہ کے لئے اُن سے مانگنا یا لینا
 عار ہے۔

خلیفہ۔ سبحان اللہ! غیرت اور حمیت کا مقتضاً تو یہی ہے۔

شاہ صاحب۔ اچھا پھر کیا ہو۔

خلیفہ۔ حکم ہو تو کوئی مہاجن ٹھہرایا جائے۔

شاہ صاحب۔ کبھت سود خوار مہاجنوں کا میرے سامنے نام نہ لیجئے گا۔ سود لینا اور دینا میری رائے
 میں دونوں امر برابر ہیں۔ کوئی نہ کوئی بند و بست ہو جائے گا۔ خدا رزاق ہے جو جس کا خرچ ہے خدا
 اُسے ضرور پہونچائے گا۔

نواب صاحب۔ ظاہر تو کوئی سبیل نہیں ہے۔

شاہ صاحب۔ اچھا آپ کا روزمرہ خرچ کیا ہے کچھ تخمیناً بیان فرمائیے۔

نواب صاحب نے خلیفہ جی کی طرف اشارہ کیا۔

خلفہ۔ اسے حضور ہی کوئی پچیس۔ وہیہ روز آنہ کا خرچہ ہے۔

شاہ صاحب۔ اچھا پچیس وہ اور پچیس ہماری طرف سے مخبرات وغیرہ کے لئے پچاس روپیہ روز آنہ فقیر دے گا۔ مگر اس سے ایک جہہ زائد نہ ہو۔ اس لئے کہ خدا اسراف کو پسند نہیں کرتا اور نہ اس رقم معبودہ میں سے ایک جہہ دوسرے دن کے لئے رکھے گا۔ کیونکہ یہ پیشہ توکل کے خلاف ہے۔ بابا جان پچاس روپیہ روز آنہ تھوڑے نہیں ہوتے۔ خدا کا شکر کیجئے۔ اسد بس باقی ہوس۔

نواب۔ اس قدر بار آپ کے اوپر ڈالنا میری ہمت گوارہ نہیں کرتی ہے۔

شاہ صاحب۔ مہربا (پھر قہقہہ لگا کے بابا جان فقیر کیا اپنے پاس سے دیگا۔ دینے والا اور ہی کوئی ہے۔ خزانہ غیب سے آپ کے لئے پچاس روپیہ روز دستخط ہوئے ہیں۔ لیجئے کھائیے۔ اور اڑائیے۔ راہ خدا دیجئے۔

نواب۔ الحمد للہ میں اس قابل کہاں تھا۔ کہ مجھ کو پچاس روپیہ روز بے منت خلق میں واللہ زندگی بھر کسی کا احسان نہ اٹھاؤں گا۔ میں نے آباؤ جہاد کو بھی چھوڑا۔ مجھے زیادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ شاہ صاحب۔ زہے ہمت۔ اچھا تو ابکی جمہرات کو۔ (آج کون دن ہے۔ دو شنبہ رتہ شنبہ۔ چہار شنبہ) صرون دو دن بیچ میں ہیں۔ میں آپ کو پچاس روپیہ روز کا نسخہ بتاؤں گا۔ مگر آج ہی شب سے جو اسم بتاؤں اسے پچاس مرتبہ سوتے وقت پڑھ لیجئے گا۔ اس تین دن کے عرصہ میں جو کچھ عالم رویا میں آپ دیکھیں اُسے من و عن مجھ سے بیان کر دیجئے گا۔

نواب۔ بہت خوب۔

شاہ صاحب۔ اچھا اب رات زیادہ آگئی ہے جائیے آرام کیجئے۔

دل فارغ ہمارا فی المثل ہے خانہ خالی

غلط ہے ”دیو گرو“ اس میں ہر یو کو اتارنگے

نواب صاحب۔ اور خلیفہ جی گاڑی میں بیٹھ کے گھر کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔

خلیفہ۔ لیجئے نواب صاحب خدا کے آپ کو صاحب اکیر کیا۔

نواب۔ ہاں شاہ صاحب کی باتوں سے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

خلیفہ۔ ہم نہ کہتے تھے کہ اگر آپ کی قسمت میں ہوگا تو وہ خود ہی آپ کو چھیڑ کے بتائیں گے۔

نواب۔ مگر مجھے تو تسخیر کا شوق ہے۔ خالی اکیر سے کیا ہوگا۔

خلیفہ۔ نواب صاحب ذرا توقف کیجئے طلب الکل۔ فوت الکل آپ اپنی زبان سے کچھ نہ کہیں گا دوسرے

خیال تو کچھ تسخیر کے مالک آپ اس وقت ہیں۔ اس لئے کہ بزرگبایاں آپ کے قبضہ میں ہے آج تک اسکا معاملہ آپ کے ساتھ بالکل خلوص کار ہوا ہے۔

نواب۔ بزرگبایاں کے احسان سے میں سر نہیں اٹھا سکتا۔ اس وقت میں میرے کام آئیں جب کہیں سے

سہارا نہ تھا والدہ تو اپنے نزدیک مجھ کو چھوٹی سی چکیں۔ چلتے وقت یہ بھی نہ خیال رکھا کہ آخر یہ ہمواد قات کس طرح کرے گا۔ ہاں یہ مضمون کیا تھا کہ خرچ روزمرہ کے لئے طلسمی صندوق کو دیکھئے۔

خلیفہ۔ یقیناً کچھ نہ کچھ نقد بطور اخراجات بزرگبایاں کے طلسمی صندوق میں رکھوا دیا ہوگا۔

نواب۔ صندوق کی کنجی تو میرے پاس ہے۔

خلیفہ۔ قفل کی بندش ہم انسانوں کے لئے ہے۔ اجنہ کو بغیر کنجی قفل کے کھولنے اور بند کرنے میں

کوئی دقت نہیں ہوتی۔

نواب۔ عجیب امر ہے۔

خلیفہ۔ اس میں عجیب کی کیا بات ہے۔ مفتاح طلسمی سے ہر قفل کھل سکتا ہے۔

نواب۔ مگر یہ جو مشہور ہے کہ لوگ جنوں اور یریلوں کو شیشے میں اسیار کے بند کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ اُسے

کیوں نہیں کھول سکتے۔

خلیفہ۔ ایسے شیشوں پر جن میں جن و پری مقید کئے جاتے ہیں۔ مہر سلیمانی لگائی جاتی ہے اسے یہ

لوگ نہیں کھول سکتے۔

نواب۔ مہر سلیمانی کیا چیز ہے؟

خلیفہ۔ شیشہ والا کہ۔ یا موم کی مٹھر کوئی خاص اسم (جس میں حضرت سلیمان کا نام آتا ہے) بڑھ کے لگائی جاتی ہے۔ اُسے کوئی نہیں کھول سکتا۔ دیو ہو۔ یا جن ہو۔ یا بدی۔

نواب۔ مگر حضرت انسان کھول سکتے ہیں۔

خلیفہ۔ جی ہاں۔

نواب۔ آہ۔ خوب یاد آیا یہ الٹ لیا میں جو ماہی گیر اور جن کا قصہ ہے کہ ماہی گیر نے دریا میں جال ڈالا اور اُس کے جال میں ایک تانبے کا گولا نکلا اُس تانبے کے گولے کو جو کھولتا ہے تو اُس میں سے ایک دھواں سا نکلا اور وہ آسمان تک بلند ہوا اور اُس سے ایک دیو بن کے سامنے آکھڑا ہوا میں خیال کرتا ہوں کہ اُس گولے پر بھی مہر سلیمانی لگی ہوگی۔

خلیفہ۔ جی اور کیا۔ ہاں خوب یاد آیا یہ تو کہیں بیگم صاحبہ تو شک خانہ وغیرہ کی کنجیاں اپنے ساتھ لیتی گئی ہیں؟

نواب۔ معلوم نہیں۔ مگر میرا یہ خیال ہے کہ لیتی گئی ہوں گی کیوں؟

خلیفہ۔ اگرچہ خدا نے آپ کو مستغنی کیا ہے۔ مگر پھر بھی اپنے بزرگوں کی نشانیاں سب کو عزیز ہوتی ہیں۔

جائداد موروثی کے کاغذات اپنے والد کی انگوٹھیاں۔ کپڑے۔ یہ سب چیزیں آپ کی ہیں۔ ان کو اپنے قبضے میں کیجئے اور سب سے بڑھ کے مجھ کو ایک چیز کا خیال ہے نواب صاحب مرحوم کے پاس ایک کتاب علم برزخات کی تھی اُسے ڈھونڈ لےجئے نواب صاحب مرحوم ہمیشہ اُستاد کامل کی تلاش میں رہے اور ان کو نہ ملا۔ آپ کو خدا کے فضل سے ایسا استاد کامل مل گیا ہے اُس کے سب نکتے حل ہو جائیں گے۔

نواب۔ ہاں یہ خوب بات ہے۔ اچھا میں بوچھوں گا۔

خلیفہ۔ بوچھنا کیسا۔ تمام کوٹھڑیوں پر قبضہ کیجئے یہ موقع اچھا مل گیا ہے۔ بیگم ایسے میں مرشد آباد گئی ہیں جو جو چیزیں آپ کی ضرورت کی ہیں نکال لیجئے گو بیگم صاحبہ آپ کی ماں ہیں۔ مگر پھر عورت ذات ہیں۔ ناقص العقل اور اب تو وہ آپ سے فرط ہو ہی گئیں۔ اور بھی کچھ امور ہیں۔ جس سے ان کا ارادہ قطعی علیحدگی کا معلوم ہوتا ہے

نواب۔ اُمی سے مجھ کو یہ اُمید نہیں۔

خلیفہ۔ نواب آپ کو کس طرح بچاؤں بعض امور ناگفتہ بہ ہیں۔ عاقل کو اشارہ کافی ہے۔

نواب۔ یہ حق میری بچہ میں نہیں آتا۔ صاف کہئے تو بچھو۔

خلیفہ۔ صاف صاف نہ کہلو ایسے آپ کو رنج ہوگا۔ بس جتنا میں نے کہا ہے اُس پر عمل کیجئے۔ بیگم صاحبہ

اپنا پورا انتظام کر چکی ہیں۔ آپ کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں۔

نواب۔ پورا انتظام کیا؟ شادی میں کرنے کا نہیں۔ پھر انتظام کریں گی۔ تو کیا کریں گی۔

خلیفہ۔ کیسی آپ کی شادی۔ وہاں کچھ اور لگی کھلا ہے افسوس۔ بیگم صاحبہ سے یہ اُمید نہ تھی۔

نواب۔ ہائیں۔ ہائیں۔ یہ کہتے کیا ہو۔ آخر اماں جان سے کس بات کی اُمید نہ تھی اور انھوں نے

کیا کیا۔ شد جلد کہو۔

خلیفہ۔ اب کیا صاف ہی صاف کہلو ایسے گا۔ میں تو ہرگز نہ کہتا۔ مگر آپ قسم دیتے ہیں تو کہہ دیتا ہوں

آپ کی والدہ صاحبہ نے بھی وہی کیا جو اکثر بیسوں کی بیسیوں نے اپنے شوہروں کے مرنے کے بعد کیا تھا۔

نواب۔ (کسی قدر برہم ہو کے) یہ کیا آپ نے کہا۔ میں نہیں بچھا اور صاف کہئے۔

خلیفہ۔ لیجئے اور صاف سنیئے۔ آپ کی والدہ صاحبہ نکاح کی فکر میں ہیں۔ سب بات ٹھیک ٹھاک ہو گئی

ہے بھائی صاحب کی منظوری کے لئے مرشد آباد گئی ہیں۔ وہاں سے آ کے نکاح ہو جائے گا۔

نواب۔ لاحول ولا قوہ الا باللہ۔ بس بس خدا جانے آپ سے کسی نے کیا جھوٹ کہہ دیا ہے تو بے توبہ

خلیفہ۔ بس اسی سے میں نہ کہتا تھا۔ آپ کو یہ خیال نہیں آتا کہ اتنی بڑی بات نفوجس کی کوئی اصلیت

نہیں۔ میں آپ کے سامنے بیان کرتا۔

نواب۔ کوئی اصلیت نہیں۔ بالکل غلط۔

خلیفہ۔ امر واقعی ہے۔ بالکل صحیح۔

نواب۔ جس نے کہا جھوٹ کہا۔

خلیفہ۔ میں نے کہا۔ اور میں سچ کہتا ہوں۔

نواب۔ آپ کو ضرور ثابت کرنا ہوگا۔ اور اگر آپ نے ثابت نہ کیا تو آپ سے ملال ہوگا۔

خلیفہ۔ اس وقت حضور بیکار و بیکار ہوتے ہیں یہ سب باتیں اُس وقت کہنے کی ہیں۔ جب میں ثابت نہ کر سکوں۔ اور مجھ سے ملال کی کیا بات ہے۔ میں خادم ہوں۔ جب چاہئے ہر طرف کر دیجئے۔ یہ فقرہ ذرا جھجھتا ہوا تھا۔ اس لئے کہ لفظ ہر خلیفہ ملازم نہ تھے۔ صرف دوستانہ آمد رفت تھی۔ اور جو لوگ امرا کے پاس دوستانہ آمد رفت رکھتے ہیں وہ ملازموں سے بہت اچھے رہتے ہیں۔ اس لئے کہ ساتھ کھانا۔ ساتھ پینا۔ رنڈی ناچ تھیٹر۔ اپنا خرچ گھر بھر کا خرچ سب نواب صاحب کے ذمہ۔ پھر ہر موقعہ پر نواب صاحب کے برابر بیٹھتے ہیں بات چیت میں مسادات۔ دل لگی۔ مذاق۔ کال کلوچ سب میں برابر۔ غرض کہ ایسے لوگ سب طرح اچھے رہتے ہیں۔ پھر یہ کہ جب کوئی بات بڑی تو یہ کہنے کو موجود ہیں کہ کیا ہم کسی کے نوکر ہیں۔

نواب۔ ہر طرف کر دینا کیسا کچھ آپ ملازم نہیں ہیں۔ اور نہ میں نے کبھی یہ خیال کیا۔ خلیفہ۔ یہ آپ کی ریاست ہے۔ میں اپنے آپ کو ادنیٰ خادم سمجھتا ہوں۔

نواب۔ میں آپ کو اپنا اعلیٰ درجے کا دوست خیال کرتا ہوں۔ مگر اس معاملے میں آپ نے غلطی کی۔ ہمیں معلوم کسی نے کیا جھوٹ سچ کہہ دیا ہے۔ استغفر اللہ اتنی بڑی بات اور ایسی لغو یہ کہا کس نے آپ سے۔ ذرا اس کا نام تو مجھ کو بتائیے۔

خلیفہ۔ نام بھی عرض کر دوں گا۔

نواب۔ تو بتائیے نا۔

خلیفہ۔ نام بتانا کیسا سامنا کر دوں گا۔

نواب۔ وہ اس سے بہتر کیا ہے اب گاڑی گھر پر پہنچ گئی تھی۔ گھر پر پہنچ کے حب معمول دسترخوان بچھا۔ جمہورات کا دن تھا۔ حسب ارشاد شاہ صاحب شراب نہیں پڑا راستہ میں یہ واقعہ بیان ہوا طبیعت میں غصہ بھرا ہوا تھا آج کی صحبت بے لطف رہی۔ برائے نام کھانا کھایا۔ خلیفہ جی سے دیر تک بات نہیں کی۔ آخر جب خلیفہ جی رخصت ہونے لگے۔

نواب۔ اچھا تو کل ضرور ضرور اُس شخص کا سامنا کر دیجئے۔ ورنہ ضرور ملال ہوگا۔

نواب یہ آخری جملہ کہنا نہیں چاہتے تھے مگر ہیاختہ زبان سے نکل گیا۔

خلیفہ۔ (بات کا پہلو خوب سمجھ ہوئے تھے اور اپنی قوت برپورا بھروسہ تھا) میرے آپ کے ہرگز ملاں نہ ہوگا۔ اس لئے کہ میں نے جو کہا ہے سچ کہا ہے۔ اور اسے کل ثابت کر دوں گا اور اس شخص کا سامنا بھی کرادوں گا۔

گیارہ بجے رات کو نواب صاحب نے غسل کیا کوٹھے پر تشریف لے گئے۔ یہاں دو بارہ غسل کیا۔ اطاق طلسمی میں داخل ہوئے۔ صندوق کھولا۔ پان سو روپیہ چہرہ دار نئے لکھن کے ہزار طلسم کی تھیلی میں بند کلاہتوں سے بندھے ہوئے ملے۔ اور ایک رقعہ ملا۔ رقعہ کا مضمون یہ تھا: ”خرچ کی طرف سے اطمینان رہے عند الضرورت اور جس قدر مطلوب ہوگا حاضر کیا جائے گا۔“ بارہ بجے پھر الارم دیا گیا۔ ابکی شیشہ شراب قاف دستیاب ہوا۔ ایک دور جام زرد میں بھر کے پیا۔ آنکھوں میں سرور آیا آج نواب صاحب نے مزار سوا صاحب کا یہ مطلع کسی سے سن رکھا تھا۔ ایک ہرچہ ہرکھ کے خانہ خطا کتابت میں ڈال دیا۔

یہ تو مانا ہم نے ہاں شیشہ میں ہے باقی شراب

کچھ مزادتی نہیں ہے ہم کو بے ساقی شراب

چند دقیقوں کے بعد پھر الارم ہوا۔ یہ رقعہ ملا۔

نہیں ہے نفثہ میں جامِ اغمر شراب دیدار سے زیادہ

نہیں ہے جلوے میں مہرِ خادر تجلی یار سے زیادہ

آدم زار دھورتوں کی ذات سے جو صدے تم کو پہونچے اُس سے ہم کو سخت ملاں ہوا۔ ہم سے رشتہ لفت

جوڑو۔ بے وفاؤں سے منہ موڑو۔

آج طلسمی کمرے میں دروازہ طلسمی کے مقابل ایک قد آدم آئینہ نصب کیا گیا تھا۔ اور ایک جواہر نگار

کرسی اُس کے سامنے بچھی تھی۔ آئینہ کے چوکھٹے پر خطا طلسمی میں جو لکھا ہوا تھا ہم خطا کے طلسمی ترجمان سے اُسکو

پڑھو اے کے یہاں لکھے دیتے ہیں۔

تم اپنے حسن کے جلوے سے کیوں رہو محروم
تم آمینہ کی طرف دیکھو ہم تمہیں دیکھیں

ہدیہ بزرگبا۔

آج بڑے لطف کا منظر ہے۔ عاشق و معشوق دونوں کا جلوہ ایک ہی آئینہ میں نظر آتا ہے۔ یہ اس کی صورت پر محو ہے وہ اس کی صورت پر غش ہے جب کوئی کسی کو چاہتا ہے معشوق کے دل میں ایک خاص قسم کا تقاخر پیدا ہو جاتا ہے۔ اس تقاخر کا اظہار ہر وقت مشاہدہ و مقابلا چشم و ابرو سے ہوتا ہے۔

کچھ احتیاط ادھر ہے کچھ اختیار ادھر

نگاہ و شوق ادھر ہے حجاب ناز ادھر

واقعی معشوقوں کا کسی پر عاشق ہونا بھی ایک طرز دلبری ہے۔ بلکہ تم گری ہے۔ یہ سمجھ لیجئے کہ ایسے لوگ جس پر عاشق ہوئے اسے مار ہی ڈالا۔ مثلاً میر تقی میر صاحب کا معاملہ آپ کو یاد ہو گا کہ پہلا دیدار اس ٹوٹے کھنڈر میں ہوا تھا پھر وہاں ایک ہی جلوے میں نواب کا کیا حال ہوا۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ جس پر ہی کی صورت کے دیوانے ہیں۔ وہ ان پر خود ہی عاشق ہے اس مرشدہ روح افزا کوشن کے نواب کا جو حال ہوا اس کی لذت اور مسرت کو وہی خوب سمجھ سکتے ہیں جس خوش قسمت پر کبھی کوئی اچھی صورت والا عاشق ہوا ہو۔

کیا خوب وہ مجھ کو چاہتے ہیں

یہ بھی ایک طرز دلبری ہے

ایک حکیم کا قول ہے کہ اگر کوئی تمام عمر شب کو یہ خواب دیکھتا رہے کہ میں بادشاہ ہوں۔ تو گویا اس نے

تمام عمر بادشاہت کی۔ یہی حال ہمارے نواب صاحب کا تھا۔

اس کے بعد ہمارے مونیہ کے بچنے کی آواز آئی اور یہ معلوم ہوا۔ جیسے پس پردہ کوئی ناچ رہا ہے چم چم

گھنگرول رہے ہیں۔ قیامت کے توڑے لئے جاتے ہیں کہ دل پا مال ہوا جاتا ہے۔ ہر سم کے ساتھ بزرگبا

طلسمی دروازے میں اکھڑی ہوتی ہے۔ اور اس کا عکس سامنے آئینہ میں دکھائی دیتا ہے۔ پھر یہ غزل گائی گئی۔ اس کے ایک ایک مصرعہ بلکہ ہر ہر لفظ کو ہنر قبا آئینہ کے اشارہ سے بتائی جاتی تھی۔ نواب صاحب مبہوت بیٹھے تھے۔

حجاب آئینہ سے اے فرشتہ خویا ہے
نظارا ٹھٹھا کے ذرا دیکھ رو برو کیا ہے
بتا تو اے دل خانہ خراب تو کیا ہے
جو تو کرے نہ عداوت تو پھر عدو کیا ہے
تمام شہر میں رسوا خراب آوارہ
تھکاوے چاہنے والے کی آبرو کیا ہے
سلائے جیب گونا گچ اگر تو سلو او
جگر کو چاک کر میں گرا بھی رو کیا ہے
کچھ آئینہ سے ہی لازم دنیا ز غفلت میں
کوئی سنے تو کر آپس میں گفتگو کیا ہے
ابھی تو رشک نے بدلا ہے کچھ یو نہیں سانگ
بہیں لگے آنکھ سے غمت جگر لہو کیا ہے
یہی غمشی ہے تو اظہار شوق سے توبہ
لال جس سے ہو تم کو وہ گفتگو کیا ہے
بسی ہوئی ہے جو غم شبو تیرے پیمند کی
یہ پیر ہن کو ہے نازش ک ناز بو کیا ہے
نہیں مراد اگر چشم و دل سے اے حونا
پھر اصطلاح میں بیانہ دسبو کیا ہے

کمرے کی آرائش۔ درو دیوار ہنر۔ زردی کنولوں کی روشنی۔ قمقموں پر اس کا پر تور اگ کا لہرا۔
ہارمونیم کے اونچے سر پہلے کی گنگ۔ گھنگروؤں کی صدا۔ بزمِ قبا کے صنّ عالم افروز کا جلوہ۔ دلفریب اشائے
دلربا کنائے۔ اور سب پر طرہ شراب قاف کا نشہ جس میں ہر قسم کے محذرات اور مسکرات کا جو ہر شامل
تھا۔ اس حالت میں بخود ہی کو کہیں لینے جانا تھا آخر نواب صاحب نے کرسی پر آرام فرمایا۔

بیگم صاحبہ کے سر ہانے حسب ہدایت شاہ صاحب زمین کھودی گئی۔ ہاتھ بھر گہرا کھود لے کے بولڈیک
برنجی تختی اور ایک تانبہ کا پتلا نکلا۔ اس تختی پر ایک نقش بنا ہوا تھا۔ اور پتلے پر حروفِ طلسمی کندہ تھے
شام یہ دونوں چیزیں شاہ صاحب کے ملاحظہ میں گذریں تختی جب کے عمل کی تھی۔ اور پتلے پر بعض کا
عمل کیا گیا تھا۔ تختی پر طاب اور مطلوب کے نام پڑھے گئے۔ اور پتلے پر بیگم صاحبہ اور ایک اور شخص کا
نام تھا۔ جس کو نواب صاحب نہیں جانتے تھے۔ پتلے پر بیگم صاحبہ اور چھوٹے نواب کے نام تھے۔
شاہ صاحب۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ دونوں چیزیں کس نے گڑوائی ہیں۔ اور کس نے گاڑی ہیں۔
نواب صاحب اور خلیفہ جی نے بالاتفاق انکار کیا۔

شاہ صاحب۔ یہ گمنام جوگی کی کارستانیاں ہیں۔ اور یہ دونوں چیزیں آپ کی مرضہ (انا) کے
ہاتھ کی گاڑی ہوئی ہیں۔ آپ کو کیا معلوم کہ دنیا میں کون دشمن ہے اور کون دوست۔ عالمِ طلسمی میں دوست
دشمن اُس رشتہ سے نہیں لے جاتے جو رشتہ دنیا میں قائم ہیں۔ یہاں کا حساب کچھ اور ہی ہے۔ ممکن ہے
کہ عالمِ ظاہر میں کوئی آپ کا دوست یا عزیز ہو۔ بلکہ قریبی رشتہ دار ہو۔ عالمِ طلسمی میں اس کا تعلق کسی ایسے
شخص سے ہے جو آپ کا قدرتی دشمن مثلاً رقیب ہے۔ لہذا وہی دوست یا عزیز آپ کا اُس عالم میں دشمن
ہو جائے گا۔ اور اُس سے آپ کی جان کا ضرر ہوگا۔

خلیفہ۔ واقعی کیا اصول بیان فرمایا ہے۔

نواب۔ درست ہے۔ اب یہ امور میرے ذہن میں بھی نہ تھے۔

شاہ صاحب۔ آپ کے ذہن میں کیوں ہوتے۔ یہ وہ مسئلہ میں نے آپ سے بیان کیا ہے کہ بڑے بڑے عالم اس کو نہیں جانتے۔ اور اسی وجہ سے دعوہ کہتے ہیں۔ اور یہی حالی عالم نجوم میں ہے۔ مثلاً دو شخصوں سے اوقات میں پیدا ہوئے ہیں کہ بقاعدہ علم نجوم ان میں عداوت کرنا چاہیے اگرچہ ان میں ظاہری دوستی بلکہ قرابت قریبہ ہو مگر درحقیقت وہ دشمن ہوں گے۔ وہ دشمنی کسی نہ کسی پیرائے میں ظاہر ہوگی۔ مثلاً آپ نے دیکھا ہوگا کہ اکثر ماں باپ یا استاد اپنے شاگرد کو بہت تنبیہ کرتے مارتے چٹتے رہتے ہیں۔ حقیقت اُس کی یہی ہے کہ عالم نجوم یا عالم طلسم میں ان کی اُن کی عداوت ہے۔ خود میرے استاد نے ایک دن مجھ کو تختی کھینچ کے ماری۔ اسے دیکھئے (سر کی طرف اشارہ کر کے) یہاں سے سر کھل گیا۔ بیروں خون بہہ گیا۔

استاد مجھ پر بہت ہی مہربان تھے۔ بعدہ انھیں خود افسوس ہوا۔ آخر انھوں نے اپنا اودھیرا زانچہ طالع دیکھا۔ معلوم ہوا کہ کاروں کے حساب سے اُن کے میرے عداوت ہے۔ اور اُس دن مرتخا اُس کے داہنے ہاتھ تھا۔ اُس نے گویا مار کھلوا کر حساب سے اس کے ہاتھ سے مجھے قتل ہونا تھا۔ پھر معلوم ہوا کہ تارہ بھی زبردست تھا اُس نے روک دیا ورنہ ایسے شفیق کے ہاتھ سے اُس دن میری جان گئی ہوتی خلیفہ۔ آج آپ نے ایسا عجیب و غریب بھید ان علموں کا بیان کیا۔ میری والدہ بھی اور سب بزرگوں کو بہت چاہتی ہیں۔ مگر مجھے ہمیشہ آرزو رہتی ہے کہ میں اپنے میں بہت مادیات کیا کرتی تھیں اور کسی لڑکے کی طرح کو انھوں نے پھول کی چھڑی تک نہیں چھوئی۔ میں خود حیران رہتا تھا کہ یہ ماجرا کیا ہے۔ آج معلوم ہوا کہ اُس کی یہ وجہ تھی۔

شاہ صاحب۔ اگر آپ اپنا اور اپنی والدہ کا زانچہ میرے پاس لے آئیے تو میں صاف صاف بتا دوں کہ عداوت کی وجہ کیا ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دشمنی عالم طلسم کی ہے۔ اچھا آپ اپنی والدہ کا نام زانچہ نام نہ لیں اس بتا دیجئے) تو شاید میں کچھ زیادہ کہہ سکوں۔

خلیفہ جی نے اپنی والدہ کے نام کا حرف اول بتایا۔

شاہ صاحب۔ الہام۔ اچھے تعجب ہے کہ انھوں نے پہچنے میں آپ کا کٹا کیوں نہ گھونٹ دیا۔

خلیفہ۔ واقعی آپ صحیح کہتے ہیں وہ مجھ سے پہچنے ہی سے خلاف رہتی تھیں۔ سنا ہے ایک دن ایسا ہوا تھا

کہ آدھہ موکر دیا تھا۔ وہ تو مار ہی ڈالتیں مگر دادی اماں نے جان بچاں۔

شاہ صاحب۔ بات یہ ہے کہ اُن پر جس بیر کا عمل ہے وہ آپ کا حقیقی دشمن ہے۔

خلیفہ۔ جی ہاں درست ارشاد ہوتا ہے۔ سوائے اس کے اور وجہ کوئی مجھ میں نہیں آسکتی۔

شاہ صاحب۔ وجہ کیا مجھ میں آئے ماں سادوست دشمن جانی ہو۔ اور جو عالم ظلم اور عالم نجوم دونوں

کی عداوت جمع ہو جاتی ہے اُس صورت میں جانبری دشوار ہے۔

خلیفہ۔ معاذ اللہ کیا ایسا بھی ہوتا ہے۔

شاہ صاحب۔ خود نواب صاحب اُس کی ایک مثال موجود ہیں۔

خلیفہ۔ کیا یہاں دونوں عداوتیں جمع ہو گئی ہیں۔

شاہ صاحب۔ بلا شک۔

ہاتھ پھیلاؤں میں اب آگے گلے سے مل جائیں

اور پھر حیرت آغوش ترنا کیا ہے

ماں خواب ہو۔ یا بیداری کسی کا بے حجابانہ سامنے آ بیٹھنا دست حنا سے شراب پلانا مہربان

ہو کے گلے سے لگایا۔ یہ ایسی باتیں ہیں جو دل پر نقش ہو جاتی ہیں۔ یہ ایسا خیال ہے جو کبھی دل سے نہیں

نکلتا۔ اور یہ وہ خواب ہے جس کی اگرچہ کوئی تعبیر نہ ہو لیکن تمام عمر نہیں بھولتا۔

خلیفہ۔ نے آج نواب کے دل پر وہ تیر بار اٹھا اور ایسا زخم کاری لگایا تھا۔ جس کا سدا اور التیا

بغیر اس علاج کے ممکن ہی نہ تھا۔ مگر یہ التفات ایسے وقت اور ایسی حالت میں ہوا کہ اس کی حقیقت

کو بالفرض واقفیت بھی سوائے نواب کے اور کچھ مجھ ہی نہ سکتے تھے۔ صبح کے وقت نواب صاحب اپنی

ہلنگڑی پر سے نہایت خوش خوش اٹھے۔ مکان طلسمی کو قفل کر کے زمین سے نیچے اُترے دینے کے دروازے

پس سرب محول اپنے ہاتھ سے دوہرا قفل چڑھایا خلیفہ جی پہلے سے منتظر تھے۔ ادا ایک طرف فرش کے

گوشے پر بی امان مہری دہری ہوئی تھیں۔ نواب کو دکھ کے خلیفہ جی اور بی مہری دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ مجرّا۔ تسلیم کے بعد نواب صاحب اور خلیفہ جی بیٹھ گئے۔ بی مہری دست بستہ سامنے کھڑی رہیں۔ مدد بخش نے حق لگایا۔ خلیفہ جی کے اشارے سے سب کنارے کنارے ہو گئے صرف تین تنفسی باقی رہ گئے۔ نواب صاحب مجھ گئے کہ شب کو جو خلیفہ جی نے بات کہی تھی اس سے مہری کو بھی کچھ تعلق ہے۔ خلیفہ جی نے سلسلہ کلام کو ادا کیا۔

خلیفہ۔ امان دیکھو تم دراصل بڑے نواب کی نمک خوار تھیں۔ تم کو اب رچھوٹے نواب کی طرف اشارہ کر کے ان کی خیر خواہی چاہئے ہاں وہ کاغذ تو دکھاؤ۔

مہری۔ ہاں وہ بات سچ ہے۔ مگر مجھے اپنی جان اور آبرو کا خیال ہے۔ ایسا نہ ہو کسی کے منہ سے کچھ نکل جائے تو میں تو کہیں کا نہ رہوں گی۔

خلیفہ۔ اس سے خاطر جمع رکھو۔ نواب صاحب کی سلامتی میں تمہارا کوئی کچھ بنا نہیں سکتا جو تنخواہ نہیں بیگم صاحب دیتی ہیں۔ وہ نواب صاحب دیں گے۔ اور جان اور آبرو پر تمہاری کیا ذل (ضرر) آسکتا ہے مہری۔ بس یہی میرا مطلب تھا۔ اور آپ جانتے ہیں کہ میں ایسی ایسی باتوں سے دور بھاگتی ہوں مگر وہ تو کہنے اتفاق سے مجھے یہ کاغذ مل گیا اس پر بیگم صاحب کی مہر لگی تھی۔ میں مہر ان کی پہچانتی ہوں۔ وہ کاغذ میں نے اٹھالیا۔ آپ کو دکھایا۔ آپ نے کچھ اور ہی کہا۔ یہ ساری کارستانی موسے کریم خاں کی ہے۔ میں اُسے یہ دھا آدمی جانتی تھی۔ یہ کیا معلوم تھا کہ مواہڈ معاہدہ بک نمکرام کٹنا پا کرتا ہے۔

یہ کہہ کے مہری نے بیٹوں سے کاغذ نکال کے آگے پھینک دیا۔ یہ ایک اقرار نامہ کا مسودہ تھا جو حکیم صاحب کی طرف سے بیگم صاحبہ کے نام پر تھا۔ اس کی پشت پر چٹھی نویس کے ہاتھ کی منظر کی کھٹی تھی اور بیگم صاحب کی مہر لگی تھی۔ مضمون اقرار نامہ کا یہ تھا۔

منکر حکیم۔۔۔۔۔ ولد فلاں۔۔۔۔۔ ساکن۔۔۔۔۔ کاہوں۔ از بسکہ عفت مآب سعادت انساب۔۔۔۔۔
بیگم صاحب نے میرے ساتھ نکاح شرعی دائمی کرنے کا معاہدہ کیا ہے لہذا اقرار نامہ ہذا بشراکت ذیل حکم کے مصدق بر جہ شری کر ائے دیتا ہوں۔

۱۔ یہ کہ بروقت نکاح ایک ہزار روپیہ نقد بطور مہر بچل بیگم صاحبہ کو دیوں گا۔

۲۔ بعد نکاح تمام عمر بیگم صاحبہ کے ساتھ نہایت رفیق و مدارات سے پیش آؤں گا۔

۳۔ بیگم صاحبہ کو صوفیہ کو اپنے زینت اور جائیداد کا اختیار رکھی اور جڑی رہے گا۔ مجھ کو ان فی جائیداد ذاتی میں کسی طرح کی دست اندازی کا اختیار نہ ہوگا۔

۴۔ میں بطور نان و نفقہ و خرچ پانچ سو روپیہ ماہوار بیگم صاحبہ کو دیا کروں گا اور اگر کسی ماہوار کے دینے سے انکار کروں تو بیگم صاحبہ کو اختیار ہوگا کہ بدلیئے نالشی میری جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ و نیز میری ذات خاص سے وصول کر لیں۔

۵۔ سوائے ایک مکان کے جس میں میری زوجہ منکوحہ مسماہ سکونت پذیر ہے۔ اور کل جائیداد اپنی میں حرب تحریر اس اقدام نامہ کے بیگم صاحبہ کے پاس کھول کر رہوں۔ تا ادا لے زر مہر مبلغ چھ ہزار روپیہ اس کو کسی کے پاس رہنا و قیام نہ کروں گا۔ اگر ایسا کروں تو عند الحاکم گنہگار ہوں۔

۶۔ بیگم صاحبہ کو صوفیہ کو کبھی مجبور نہ کروں گا کہ میری زوجہ منکوحہ کی ہمراہی میں رہیں۔ اور نہ بیگم صاحبہ کو کسی عزیز قریب کہ مکان پر جانے سے مانع نہ ہوں گا۔ خواہ وہ عزیز کھنڈ میں ہو۔ خواہ بیرون کھنڈ سکونت رکھتا ہو۔

۷۔ بیگم صاحبہ کا قصد زیارت کو جانے کا ہے جب بیگم صاحبہ جائیں گی تو ان کو جانے دوں گا اور اگر مجھ کو اپنی نذرشہ سے ہمراہ لے جائیں گی تو چاؤں گا۔ ورنہ ہمراہ چلنے پر مجبور نہ کروں گا۔

۸۔ بیگم صاحبہ کا بیان ہے کہ میرے شوہر ادلی کی کوئی اولاد نہ میرے بطن سے ہے اور نہ کسی اور زوجہ منکوحہ سے ہے۔ اور نہ کوئی اور وارث میرے شوہر ادلی کا موجود ہے۔ اور جس قدر بار جائیداد شوہر ادلی کی ان کے قبضہ میں ہے وہ سب لاثرت غیرت ان کی ذاتی ہے اگر کوئی شخص شوہر ادلی کی اولاد یا وارث ہونے کا دعویٰ کرے جو اس کی تردید اور بیرونی۔ ثبوت دہا بیگم صاحبہ منقر کے ذمہ ہے۔

۹۔ بعد نکاح بیگم صاحبہ تعلقات موجودہ اور مکان سکون کو ترک کر کے بصواب دید باہمی کوئی مکان بہتر امید خواہ مولے کرواں رہیں گی۔